بحث ونظر

اسلام کا نظامِ وراثت
(۲)

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

حق دارِ وراثت

وراثت کے مستحقین کے زمرے نو (۹) ہیں۔لیکن میراث کو بیک وقت ان تمام کے درمیان تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان میں ایک ترتیب ملحوظ ہے اور ترتیب وار پہلے زمرے کی غیر موجودگی میں دوسرا پھر تیسرا مستحق قرار پائے گا۔یہ زمرے بالترتیب یہ ہیں:۔

۱۔ اصحاب الفروض
۲۔ عصبہ نسبیہ
۳۔ عصبہ سببیہ
۴۔ اصحاب فروض پر رد
۵۔ ذوی الارحام
۶۔ مولیٰ الموالاۃ
۷۔ مقرلہ بالنسب علی الغیر
۸۔ موصیٰ لہ بجمیع المال
۹۔ بیت المال

۱۔اصحاب الفروض

فروض، فرض کی جمع ہے بمعنی متعین کرنا۔"اصحاب الفروض" یعنی متعین حصے والے،فقہ کی اصطلاح میں"اصحابِ فروض"ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کا متعین حصہ مقرر

ہو، خواہ یہ تعیین آیتِ قرآنی کے ذریعہ ہو، یا حدیث اور اجماعِ امت سے۔
"اصحابِ فروض" کل بارہ افراد ہیں جن میں چار مرد اور آٹھ عورتیں شامل ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق کو کافی اہمیت دی ہے اور انھیں کسی طور سے محروم ہونے نہیں دیا ہے۔ وہ افراد یہ ہیں۔ باپ، جدِّ صحیح (دادا) ماں شریک بھائی، شوہر، ماں، جدۂ صحیحہ (دادی) بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، بیوی۔
میت کے مال و جائداد کو سب سے پہلے ان ہی کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فلاَولٰی رجل ذکر[1]	ترکہ اصحابِ فرائض کے درمیان تقسیم کردو اور جو بچ جائے وہ میت کے سب سے قریبی مرد کے لیے ہے۔

متعیّن حصے

۱۔ باپ

میت نے کوئی نرینہ اولاد چھوڑی ہے تو اس وقت باپ کے لیے چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) ہے اور اگر صرف اولادِ اناث چھوڑی ہے تو چھٹے حصے کے ساتھ "اصحابِ فروض" کو دینے کے بعد جو کچھ بچے اس کا مالک بھی یہی ہوگا اور اگر کوئی اولاد نہ ہو تو باپ کے لیے کوئی متعین حصہ نہیں بلکہ "اصحابِ فروض" اگر موجود ہوں تو انھیں دینے کے بعد جو کچھ رہے گا اس کا مالک باپ ہوگا، اگر اصحابِ فروض موجود نہ ہوں تو وہ پورے کا مالک ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ	والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے۔ اگر اس کی اولاد موجود ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور

[1] رواہ البخاری ومسلم والترمذی عن ابن عباس۔

وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ج (النساء : ۱۱)	صرف والدین وارث ہوں تو اس کی ماں کے لیے ایک تہائی (⅓) حصہ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کی اولاد ہونے کی صورت میں والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اولاد نہ ہونے کے وقت ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا، لیکن اس حالت میں باپ کا متعین حصہ کیا ہے؟ آیت اس سے خاموش ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں باپ کے لیے کوئی متعین حصہ نہیں ہے بلکہ "اصحابِ فروض" کو دینے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ اس کا مالک ہوگا۔

۲۔ جدِّ صحیح

عربی زبان میں "جد" کا لفظ نانا اور دادا دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، فرق کے لیے صحیح اور فاسد کا اضافہ کرتے ہیں، "جدِّ صحیح" دادا کو اور "جدِّ فاسد" نانا کو کہا جاتا ہے۔

باپ کی غیر موجودگی میں دادا وارث بنتا ہے اور باپ کا قائم مقام بن کر اس کے حصے کا حق دار ہوتا ہے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

عن عمران بن حصین ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان ابن ابنی مات فمالی من میراثه، قال لك السدس، فلما ادبر دعاه قال لك سدس آخر فلما ادبر دعاه فقال ان السدس الآخر طعمة [1]	حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میرے پوتے کی وفات ہوگئی ہے، اس کی وراثت میں سے میرا کیا حصہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ چھٹا حصہ، جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور کہا کہ بقیہ چھٹا حصہ بھی تمہارا ہے، پھر جب وہ جانے لگا تو آپ نے بلا کر کہا کہ یہ دوسرا چھٹا حصہ حق دار مفروض سے زائد ہے۔

شارحینِ حدیث لکھتے ہیں کہ مسئلے کی شکل یہ تھی کہ متوفی نے اپنے پیچھے دو لڑکیوں

---

[1] رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی وصححہ نیل الاوطار ۶/ ۶۰، ۶۱۔

اور دادا کو چھوڑا تھا۔ آپؐ نے ترکہ میں سے دو تہائی لڑکیوں کو دے دیا اور بقیہ ایک تہائی کو دو حصے کرکے دادا کے حوالے کر دیا، ایک حصہ "اصحابِ فروض" میں ہونے کی وجہ سے اور دوسرا حصہ عصبہ ہونے کی بنیاد پر۔[1]

علاوہ ازیں قرآن میں مذکور "اب" کا لفظ "دادا" کو بھی شامل ہے، لہٰذا اس کی غیر موجودگی میں دادا کا حق دارِ وراثت ہونا قرآنی آیت کے عموم اور صریح حدیث سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ اس کے وارث ہونے پر امتِ محمدیہ کا اتفاق و اجماع ہے۔

۳۔ ماں شریک بھائی

مرنے والے کے اصول و فروع میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ماں شریک بھائی اگر تنہا ہو، اس کے ساتھ اس کا بھائی یا بہن موجود نہ ہو تو اسے چھٹا حصہ ملے گا اور اگر بھائی، بہن میں سے کوئی موجود ہو تو سب کے لیے ایک تہائی حصہ ہے خواہ ان کی تعداد دو ہو یا دو سے زائد، ارشادِ ربانی ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً	اور اگر میت مرد و عورت کے اصول و
اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ	فروع میں سے کوئی نہ ہو لیکن اس کا بھائی
فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ	یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کے لیے
فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ	چھٹا حصہ ہے، اور اگر یہ بھائی بہن ایک سے
شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ (النساء: ۱۲)	زائد ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔

اس آیت میں "کلالہ" سے مراد وہ شخص ہے جس کے اصول (آباء و اجداد) اور فروع (بیٹا، بیٹی، پوتا وغیرہ) میں سے کوئی موجود نہ ہو، نیز "اخ" (بھائی) اور "اخت" (بہن) سے مراد ماں شریک بھائی اور بہن ہیں۔ اس مفہوم پر امت کا اجماع ہے۔[2]

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ماں شریک بھائی اور بہن دونوں موجود ہوں تو ان کے درمیان تہائی مال کو برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اس مسئلے میں بھائی، بہن کے دوگنے حصے کا حق دار نہ ہوگا۔

---

[1] حوالۂ مذکور

[2] حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۲۱ ولی اللہ بن عبدالرحیم الدہلوی، طبع کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

۴۔ شوہر

مرنے والی بیوی کی کوئی اولاد (لڑکا یا لڑکی، پوتا، پوتی وغیرہ) موجود ہو، خواہ اسی سے ہو یا کسی دوسرے شوہر سے تو اس وقت شوہر کو میراث کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں آدھا حصہ کا حق دار ہوگا، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ	تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ جائیں تو اس میں
أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ	سے تمہارے لیے آدھا ہے اگر ان کی
وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ	کوئی اولاد نہ ہو اور اگر اولاد ہو تو تمہارے
فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ	لیے ترکہ میں سے ایک چوتھائی ہے، نفاذِ
وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ (النساء: ۱۲)	وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔

۵۔ ماں

ماں کی تین حالتیں ہیں: پہلی حالت میں وہ چھٹے حصے کی حق دار ہوتی ہے۔ یہ اس صورت میں جب کہ میت کی کوئی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ موجود ہو، ایسے ہی مرنے والے کے دو یا اس سے زیادہ بھائی، بہن موجود ہوں تو بھی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا، خواہ حقیقی بھائی بہن ہو یا باپ شریک یا ماں شریک، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ	اگر میت کے ایک سے زائد بھائی بہن
السُّدُسُ (النساء: ۱۲)	ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ میت کی کوئی اولاد اور دو یا اس سے زیادہ کسی طرح کے بھائی بہن موجود نہ ہوں تو وہ تہائی کی حق دار ہوتی ہے۔ تیسری حالت یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں سے صرف ماں، باپ اور شوہر یا ماں باپ اور بیوی ہو، اس وقت شوہر یا بیوی کا حصے دینے کے بعد بقیہ ترکہ کا ایک تہائی حصہ ماں کو ملے گا۔

بھائی کی موجودگی میں (حالانکہ باپ کی وجہ سے انھیں وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہے) ماں کا حصہ آدھا ہو جانے کی وجہ اور حکمت یہ ہے کہ باپ ان بھائیوں کے نکاح اور خرچ وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا ہے جب کہ ماں پر اس کی ذمہ داری نہیں ہوتی ہے، اس لیے باپ کو زیادہ مال کی ضرورت ہے، اس لیے ماں کے حصے کو کم کر دیا گیا ہے۔

۶۔ جدّۂ صحیحہ

"جدۂ صحیحہ" یعنی میت سے رشتہ جوڑنے میں "جدّ فاسد" کا واسطہ نہ ہو جیسے باپ کی ماں (دادی) باپ کے ماں کی ماں، نانی وغیرہ ۔۔۔ ماں کی غیر موجودگی میں دادی اور نانی دونوں وارث ہوتی ہیں اور ترکہ کے چھٹے حصے کی حق دار ہیں، اسے ان کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطاھا السدس [1]	میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا آپ نے جدہ کو چھٹا حصہ دیا۔

اور حضرت بریدہؓ سے منقول ہے کہ:

آن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل للجدۃ السدس اذا لم یکن دونہا ام [2]	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "جدہ" کے لیے چھٹا حصہ قرار دیا جب کہ اس کے ساتھ ماں نہ ہو۔

حدیث کے ساتھ امت کے اجماع سے بھی "جدہ" کا حق دارِ وراثت ہونا ثابت ہے۔[3]

۷۔ بیٹی

بیٹی کے ساتھ اگر بیٹا بھی موجود ہو تو اس کا کوئی متعین حصہ نہیں ہے، بلکہ بقیہ اصحابِ فروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے اسے یہ دونوں آپس میں تقسیم کریں گے، اس طور پر کہ بیٹے کو بیٹی کے حصے کا دوگنا ملے گا۔

اگر کوئی بیٹا موجود نہ ہو اور صرف ایک بیٹی ہو تو اسے آدھا ملے گا اور اگر ایک سے زائد بیٹیاں ہوں تو دو تہائی میں تمام شریک ہوں گی۔ ارشادِ باری ہے۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ج وَإِن كَانَتْ	تمہاری اولاد کے سلسلہ میں اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر، اگر صرف لڑکیاں ہوں دو سے زیادہ تو ان کے لیے ترکہ کا دو تہائی حصہ

---

[1] رواہ الخمسہ الا النسائی وصححہ الترمذی، نیل الاوطار ۶/۵۹

[2] رواہ ابو داؤد، نیل الاوطار ۶/۵۹

[3] العذب الفائض ۱/۶۲

وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ (النساء: ۱۱) ہے اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔

اس آیت میں "فوق اثنتین" (دو سے زیادہ) کے حکم میں دو بھی شامل ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے حضرت سعد بن ربیعؓ کی دو بچیوں کو دو تہائی حصہ دیا اور آٹھواں حصہ ان کی بیوی کو اور بقیہ ان کے بھائی کو۔[1]

۸۔ پوتی

میت کی اولاد میں سے کوئی نہ ہو تو پوتی کو آدھا حصہ ملتا ہے جب کہ وہ تنہا ہو اور اگر ایک سے زائد پوتیاں ہوں تو انھیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ میت کی اولاد میں سے صرف ایک لڑکی موجود ہو تو پوتی چھٹا حصہ پائے گی۔ البتہ ان کے ساتھ پوتا بھی ہو تو ان کے لیے کوئی متعین حصہ نہیں ہے، بلکہ بیٹی کا حصہ دینے کے بعد بقیہ کو یہ آپس میں تقسیم کریں گے اس طور پر کہ پوتے کو دو تہائی اور پوتی کو ایک تہائی ملے گا۔

میت کی اولاد میں سے دو یا زیادہ لڑکیاں موجود ہوں تو پوتی کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ الایہ کہ ان کے ساتھ کوئی پوتا یا پرپوتا ہو تو بقیہ حصہ ان کے درمیان مذکورہ تفصیل کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتی وارث نہیں ہوتی ہے۔

۹۔ حقیقی بہن

میت کی کوئی اولاد (لڑکا، پوتا، بیٹی، پوتی وغیرہ) موجود نہ ہو اور باپ دادا میں سے بھی کوئی نہ ہو تو حقیقی بہن کو آدھی میراث ملے گی اگر وہ تنہا ہو، لیکن دو یا اس سے زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو دو تہائی کی حق دار ہوں گی۔ اگر حقیقی بھائی بھی موجود ہو تو ان کے لیے کوئی متعین حصہ نہیں، بلکہ "اصحابِ فروض" سے بچے ہوئے حصے کے وہ حق دار قرار پائیں گے، اس طور پر بھائی کو بہن کا دوگنا حصہ ملے گا۔

میت کی اولاد میں سے بیٹیاں یا پوتیاں ہوں تو ان کا حصّہ دینے کے بعد باقی ماندہ وراثت کی مالک حقیقی بہن ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ — لوگ آپ سے مسئلہ پوچھ رہے ہیں۔

---

[1] رواہ النسائی وحسنہ الترمذی، نیل الاوطار ۶/۵۶

فِی الْکَلٰلَۃِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا ھَلَکَ	آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ کے متعلق یہ
لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗٓ اُخْتٌ	حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص وفات پا جائے
فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَکَ ۚ وَھُوَ	اور اس کے اولاد نہ ہو اور اس کی کوئی بہن
یَرِثُھَآ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھَا وَلَدٌ ؕ	ہو تو اسے پورے ترکہ کا آدھا ملے گا (اور اگر
فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَھُمَا	یہ بہن مرجائے) تو بھائی اس کا وارث
الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ ؕ وَاِنْ	ہوگا اگر بہن کی کوئی اولاد نہ ہو اور اگر بہنیں
کَانُوْٓا اِخْوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَآءً	دو یا اس سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے
فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ	پورے ترکہ میں سے دو تہائی ہے اور اگر
	متعدد بھائی بہن ہوں تو مرد کو دو بہنوں
(النساء : ۱۷۶)	کے برابر حصہ ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قضی النبی صلی اللہ علیہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ بیٹی
وسلم للبنت النصف ولابنۃ	کے لیے آدھا، پوتی کے لیے چھٹا حصہ ملے گا
الابن السدس تکملۃ	دو تہائی کی تکمیل کے لیے اور جو بچ جائے
للثلثین و مابقی فللاخت[1]	وہ بہن کے لیے ہے۔

مرد اصول وفروع کی موجودگی میں حقیقی بہن محروم رہتی ہے۔

۱۰۔ باپ شریک بہنے

حقیقی بھائی یا حقیقی بہن موجود ہو لیکن اس کے ساتھ میت کی لڑکی یا پوتی بھی موجود ہو جس کی وجہ سے اسے باقی میراث مل رہی ہو تو باپ شریک بہن محروم رہے گی یہی حکم اس وقت بھی ہے جب کہ میت کی نسل سے کوئی نرینہ اولاد موجود ہو، یا اس کے باپ، دادا باحیات ہوں۔ اگر صرف ایک حقیقی بہن موجود ہو تو باپ شریک بہن کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر حقیقی بہن کی تعداد دو یا اس سے زائد ہو تو باپ شریک بہن محروم ہوگی الایہ کہ اسی درجے کا باپ شریک بھائی بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں دونوں

---

[1] رواہ الجماعۃ الامسلمًا والنسائی، نیل الاوطار ۶/ ۵۸

حقیقی بہنوں سے بچا ہوا حصہ ان کے درمیان گذشتہ تفصیل کے مطابق تقسیم ہوگا۔

بیٹی یا پوتی کے ساتھ حقیقی بہن نہ ہو تو یہ بقیہ حصے کی مالک ہوں گی، اور اگر اوپر مذکور لوگوں میں سے کوئی موجود نہ ہو تو باپ شریک بہن آدھی میراث پائے گی جب کہ تنہا ہو اور دو یا اس سے زیادہ ہونے کی صورت میں دو تہائی، اور اگر ان کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی ہو تو پورے ترکہ کو آپس میں تقسیم کریں اس طور پر کہ بھائی کو بہن کا دوگنا حصہ ملے گا۔

باپ شریک بہنوں کے سلسلہ میں یہ تفصیل حقیقی بہن سے متعلق آیت سے ماخوذ ہے۔

۱۱۔ ماں شریک بہنے

میت کی نسل (لڑکے لڑکیوں) میں سے کوئی موجود ہے یا باپ، دادا، پردادا وغیرہ میں سے کوئی زندہ ہے تو ماں شریک بہن محروم ہوگی، اور کوئی موجود نہ ہو اور ماں شریک بہن تنہا ہو تو اسے چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زائد ماں شریک بہن یا بھائی موجود ہو تو انھیں ایک تہائی میراث ملے گی جسے بہن اور بھائی میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اس سے متعلق آیت گذر چکی ہے۔

۱۲۔ بیوی

شوہر کی نسل میں سے کوئی اولاد موجود نہ ہو تو بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا اور اگر کوئی موجود ہے تو وہ آٹھواں حصہ پائے گی۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ	اور بیویوں کو تمہارے ترکہ سے
إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ	ایک چوتھائی حصہ ملے گا اگر تمہاری کوئی
كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ	اولاد نہیں ہے اور اگر اولاد ہو تو ان کے
مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ	لیے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے انفاذ وصیت
تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ (النساء۔ ۱۲)	اور قرض کی ادائیگی کے بعد

بیوی ایک ہو یا ایک سے زائد بہرصورت وہ چوتھائی یا آٹھویں حصے کی مالک ہوگی، اور اسے ایک سے زائد ہونے کی صورت میں ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔

عورت کے وارث ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نکاح صحیح ہو گرچہ خلوت کی نوبت نہ آئی ہو، نیز وفات کے وقت وہ باقی بھی ہو، لیکن اس سے طلاقِ رجعی مستثنیٰ

ہے کہ طلاقِ رجعی کی صورت میں دورانِ عدت شوہر انتقال کر جائے تو عورت بالاتفاق وارث ہوگی، خواہ طلاق حالتِ صحت میں دی گئی ہو یا حالتِ مرض میں ۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب کہ مرض الموت میں عورت کی مرضی اور مطالبے کے بغیر اسے طلاق بائن دی گئی ہو، اور دورانِ عدت شوہر وفات کر جائے ۔ حالتِ صحت میں طلاق بائن دی گئی ہو تو وفات کے بعد بہ اتفاق عورت وارث نہ ہوگی ۔ اور اگر حالتِ مرض میں عورت کی مرضی اور مطالبے پر طلاق دی گئی ہو تو بھی وارث نہیں ہوگی[1]

دورانِ مرض عورت کے مطالبے کے بغیر طلاق دینے کی صورت میں عورت کو وارث قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ طلاق بدنیتی پر محمول ہے، اس کے ذریعہ بیوی کو میراث سے محروم کرنا مقصود ہے ۔ یہ سوچ کر کہ دوسرے رشتہ داروں سے خون اور نسب کا تعلق ہے جب کہ بیوی بہر حال غیر ہے، میرے بعد دوسروں سے رشتۂ ازدواج استوار کر لے گی، اسے میری محنت کی کمائی کا اچھا خاصا حصہ کیوں ملے ؟ لہٰذا اسے طلاق دے کر اس بندھن کو توڑ دیا جائے تاکہ میری زمین و جائداد میری اولاد اور خاندان کے لوگوں ہی میں باقی رہے، اس غلط سوچ کی بنیاد کو ختم کرنے کے لیے شریعت نے حکم دیا کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کی موت کے بعد اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی عورت وارث ہوگی تاکہ اس طرح کی طلاق کا سدِّباب ہو سکے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ وراثت کی حق دار اس وقت ہوگی جب کہ عدت باقی ہو۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ عدت گزرنے کے بعد بھی وارث ہوگی بشرطیکہ اس نے دوسرا نکاح نہ کیا ہو، امام مالکؒ کا خیال ہے کہ عدت کے بعد اس عورت نے دوسری شادی کر لی اور پہلے شوہر کی وفات اسی مرض میں ہوئی ہے جس میں طلاق دی ہے تو بھی اسے وراثت میں سے حصہ ملے گا۔ امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ بہر صورت مطلقہ بائنہ عورت کو میراث سے حصہ نہیں ملے گا[2] وارث قرار دینے والوں کی دلیل حضرت عثمان بن عفانؓ کا عمل ہے کہ انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

---

[1] المغنی ۹/۱۹۴، الہدایہ باب طلاق المریض

[2] التحقیقات المرضیہ ص ۴۴

کی بیوی کو ان کا وارث قرار دیا ہے جسے انھوں نے حالتِ مرض میں طلاق دے دی تھی، صحابہ نے اس فیصلے پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، اس طرح اس پر اجماع منعقد ہو گیا۔[1]

۲۔ عصبہ

ایسے وارثوں کو عصبہ کہا جاتا ہے جنھیں "اصحابِ فروض" کے بعد حصہ ملتا ہے، اور ان سے بچے ہوئے حصے کے وہ مالک ہوتے ہیں، "اصحابِ فروض" میں سے کوئی نہ ہو تو عصبہ تنہا میراث کا حق دار ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا	اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ	ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اور اگر اولاد
لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ	نہ ہو اور صرف اس کے والدین وارث ہوں
وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (النساء: ۱۱)	تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ میت کے کوئی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا۔ لیکن "باپ" کیا پائے گا؟ اس کو متعین نہیں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کے حصے کے علاوہ جو کچھ ہے اس کا مالک باپ ہوگا۔

ایک دوسری آیت میں کہا گیا ہے:

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ	اگر کوئی شخص وفات پا جائے اور اس
وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا	کی اولاد نہ ہو اور بہن موجود ہو تو اس کے
تَرَكَ ۚ وَهُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَكُنْ	لیے پورے ترکہ کا آدھا ہے (اور اگر بہن مر جائے
لَّهَا وَلَدٌ ؕ (النساء: ۱۷۶)	اور اس کی اولاد نہ ہو تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بہن کے ترکے میں سے بھائی کے لیے کوئی متعین حصہ نہیں ہے۔ بلکہ بہن کی اولاد نہ ہو تو بھائی اس کے پورے ترکے کا مالک ہوگا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[1] المغنی ۹/ ۱۹۵

الحقوا الفرائض باھلہا — جن کے حصے متعین ہیں ان کے حصے
فما بقی فلاولیٰ رجل ذکر[1] — دے دو اور جو بچے وہ اس مرد کے لیے
ہے جو میت سے زیادہ قریب ہو۔

عصبہ کی دو قسمیں ہیں، عصبہ سببیہ، عصبہ نسبیہ

۱۔ عصبہ سببیہ :

کسی غلام کو آزاد کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت وہ اس غلام کا وارث ہوتا ہے، اور اسی کو عصبہ سببیہ کہتے ہیں۔ آزاد کرنے والا اسی وقت وارث ہوتا ہے جب کہ غلام کا عصبہ نسبی موجود نہ ہو تو وہ "اصحاب فروض" سے بچے ہوئے حصے کا مالک ہوتا ہے اور اگر "اصحاب فروض" نہ ہوں تو غلام کے پورے ترکہ کا تنہا حق دار ہوتا ہے، چونکہ اب یہ مسئلہ موجود نہیں ہے اس لیے اس سے متعلق تفصیلات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

۲۔ عصبہ نسبیہ

"عصبہ نسبیہ" یعنی وہ رشتہ جو نسب سے متعلق ہو، اس کی تین قسمیں ہیں، عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔

۱۔ "عصبہ بنفسہ" اسے کہا جاتا ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ ہو، یہ چار قسم کے لوگ ہیں۔

۱۔ بیٹا، پوتا اور ان کی نسل
۲۔ باپ، دادا، پردادا وغیرہ
۳۔ بھائی، بھتیجا وغیرہ
۴۔ چچا، چچازاد بھائی وغیرہ

سب سے پہلے ترکہ میں سے بیٹے یا پوتے کو ملے گا اور اگر ان کی نسل میں سے کوئی موجود نہیں ہے تو باپ، دادا حق دار ہوں گے اور باپ، دادا کے رشتہ کا کوئی نہ ہو تو پھر بھائی، بھتیجا وغیرہ عصبہ ہوں گے اور سب سے آخر میں چچا غرض

---

[1] متفق علیہ نیل الاوطار ۶/۵۵

یہ کہ عصبہ کے وارث ہونے میں جہت اور درجے کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اگر پہلی جہت کا کوئی موجود ہے تو دوسری جہت کا شخص عصبہ نہیں بنے گا۔ لہٰذا بیٹے وغیرہ کی موجودگی میں باپ عصبہ نہیں ہوگا اور اسی طرح سے آخر تک۔ نیز اگر جہت ایک ہے مگر درجے میں فرق ہے، تو جس کا درجہ میت سے زیادہ قریب ہو وہی عصبہ ہوگا اور جو اس سے بعید ہے وہ محروم۔ جیسے بیٹے اور پوتے کی جہت ایک ہے یہ دونوں پہلی قسم میں شامل ہیں لیکن درجہ میں فرق ہے لہٰذا بیٹا چونکہ میت سے قریب تر ہے اس لیے وہ عصبہ ہوگا اور اس کے ہوتے ہوئے پوتا محروم رہے گا۔

اگر درجہ وجہت ایک ہو تو قوتِ قرابت کا لحاظ کیا جائے گا۔ میت سے جس کی رشتہ داری قوی تر ہوگی وہی وارث ہوگا اور دوسرا محروم، جیسے حقیقی اور باپ شریک بھائی دونوں کی جہت اور درجہ ایک ہے۔ لیکن قوتِ قرابت میں فرق ہے، کیونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی تر ہے اس لیے وہ وارث ہوگا اور باپ شریک محروم ہوگا۔ واضح رہے کہ قوتِ قرابت کی وجہ سے صرف تیسری اور چوتھی قسم میں ترجیح دی جاتی ہے، پہلی اور دوسری قسم یعنی بیٹا اور باپ میں اس کا اعتبار نہیں ہے، آسانی کے لیے ترتیب واران کی فہرست دی جا رہی ہے۔

۱۔ بیٹا، ۲۔ بیٹے کی نسل ۳۔ باپ، ۴۔ دادا یا اس رشتے سے جو موجود ہو۔ ۵۔ حقیقی بھائی۔ ۶۔ باپ شریک بھائی۔ ۷۔ حقیقی بھائی کا بیٹا۔ ۸۔ باپ شریک بھائی کا بیٹا۔ ۹۔ حقیقی چچا۔ ۱۰۔ باپ شریک چچا۔ ۱۱۔ حقیقی چچا کا بیٹا۔ ۱۲۔ باپ شریک چچا کا بیٹا۔ ۱۳۔ باپ کا حقیقی چچا۔ ۱۴۔ باپ کا باپ شریک چچا، ۱۵۔ باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا۔ ۱۶۔ باپ کے باپ شریک چچا کا بیٹا، ۱۷۔ دادا کا حقیقی چچا۔ ۱۸۔ دادا کا باپ شریک چچا۔ ۱۹۔ دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا۔ ۲۰۔ دادا کے باپ شریک چچا کا بیٹا۔

عصبہ بنفسہ میں تمام مرد شامل ہیں۔ کوئی عورت عصبہ بنفسہ نہیں ہو سکتی ہے۔

۲۔ عصبہ بغیرہ

"عصبہ بغیرہ" کل چار عورتیں ہیں، جن کا آدھا یا دو تہائی حصہ متعین ہے، مگر اپنے بھائی کی موجودگی میں ان کا متعین حصہ ختم ہو جاتا اور اس کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں اور "اصحابِ فروض" کو دینے کے بعد بقیہ کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے،

اس طور پر کہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ ملتا ہے۔ وہ یہ ہیں ۱۔ بیٹی، ۲۔ پوتی ۳۔ حقیقی بہن۔ ۴۔ باپ شریک بہن۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (النساء: ۱۱)	اللہ تعالیٰ اولاد کے متعلق تمہیں حکم دیتے ہیں کہ مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

وَاِنْ کَانُوْٓا اِخْوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (النساء: ۱۷۶)	اگر وارث متعدد بھائی بہن ہوں تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔

۳۔ عصبہ مع الغیر

"عصبہ مع الغیر" بھی عورتیں ہی ہوتی ہیں اور ان کی تعداد کل دو ہے۔ حقیقی اور باپ شریک بہن جو بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں عصبہ بن جاتی ہیں اور بیٹی یا پوتی کو متعین حصہ دینے کے بعد بقیہ کی مالک ہوتی ہیں۔ بشرطیکہ ان کا بھائی موجود نہ ہو اور اس حالت میں وہ بھائی کی جگہ پر آجاتی ہیں اور حقیقی بہن کے ہوتے ہوئے جب کہ ان کے ساتھ بیٹی یا پوتی موجود ہو باپ شریک بھائی عصبہ نہیں بنتا ہے، بلکہ محروم ہوتا ہے، ایسے ہی وہ لوگ بھی جن کا درجہ باپ شریک بھائی کے بعد ہے۔ اسی طرح سے بیٹی یا پوتی کے ساتھ باپ شریک بہن جب عصبہ بن جاتی ہے تو وہ بھتیجے وغیرہ کو عصبہ بننے سے روک دیتی ہے۔

۴۔ اصحابِ فروض پر رد

وراثت کے مسئلے میں کوشش کی گئی ہے کہ مورث کی فطری خواہش کی بنیاد پر اس کے مال کو ان ہی لوگوں تک محدود رکھا جائے جن سے اس کا قریبی تعلق ہے اور جو لوگ زندگی میں اس کے مددگار اور دکھ درد میں شریک رہے، لہٰذا "اصحابِ فروض" کو دینے کے بعد بقیہ مال کو لینے کے لیے کوئی "عصبہ" موجود نہ ہو تو پھر دوبارہ بچے ہوئے حصے کو "اصحابِ فروض" میں تقسیم کر دیا جائے گا، جسے اصطلاح میں "رد" کہا جاتا ہے۔ رد صرف نسبی اصحابِ فروض پر ہوتا ہے، میاں بیوی پر رد نہیں ہوتا ہے۔ عام طور پر

صحابہ کرام کا یہی نقطۂ نظر ہے اور اسی کے قائل امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی ہیں، خلیفۂ راشد حضرت عثمانؓ بن عفان کے نزدیک شوہر اور بیوی پر بھی رد ہوگا، اس کے برخلاف حضرت زید بن ثابتؓ کی رائے ہے کہ عصبہ کی غیر موجودگی میں "اصحاب فروض" سے بچے ہوئے حصے کو بیت المال کے حوالے کر دیا جائے گا، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی خیال ہے لیکن بیت المال کا نظام مختل ہو جانے کی وجہ سے ان کے پیروکاروں نے حنفیہ وغیرہ کی رائے کو اختیار کر لیا ہے[1]

جو لوگ صرف نسبی رشتہ داروں پر رد کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے۔

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ (الانفال: ۷۵) — اور رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

بنائے استدلال یہ ہے کہ "اصحاب فروض نسبیہ" میت کے قریبی رشتہ دار ہیں لہٰذا "بیت المال" کے مقابلہ میں وہ اس کے ترکے کے زیادہ حق دار ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے ترکہ کو بیت المال کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ نیز میاں، بیوی کا آپس میں چونکہ کوئی نسبی رشتہ نہیں ہے، اس لیے ان پر رد نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں جو رشتہ تھا وہ بھی موت کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے بھی ان پر رد نہیں ہونا چاہیے۔ رہا حضرت عثمان غنیؓ کا طرز عمل تو وہ اس سلسلہ میں واضح دلیل نہیں ہے، اس لیے صحیح روایت سے بس اتنا ثابت ہے کہ انھوں نے شوہر پر "رد" کیا، بیوی پر رد کرنا ثابت نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ شوہر ہی اس کا عصبہ رہا ہو یا ذوی الارحام میں شامل ہو۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من ترك مالا فهو لورثته[2] — جو مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارث کے لیے ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ترکے کا حق دار وارث ہے اور اس کے ہوتے

---

[1] المغنی ۹/۴۸، ۴۹، رد المحتار ۱۰/۵۳۹

[2] متفق علیہ (المغنی ۹/۴۹)

ہوئے اس کے مال کے کسی حصے کو حکومت کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔

جو لوگ رد کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر وارث کے حصے کو متعین کر دیا ہے، لہٰذا ان کے حصے سے زیادہ دینا اس تعین کے خلاف ہے اور رائے وقیاس کے ذریعہ میراث کے مسئلے کو ثابت کرنا ہے حالانکہ مسئلہ وراثت میں رائے اور قیاس کا دخل نہیں ہے۔[1]

لیکن یہ حقیقت ہے کہ "رد" کی وجہ سے کسی کو اس کے متعین حصے سے زیادہ نہیں دیا جاتا، بلکہ اس کا متعین حصہ ہی دیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ تعین کے خلاف نہیں ہے۔ نیز یہ آیتِ قرآنی کے مقتضیٰ اور حدیث سے ثابت ہے، اس لیے اسے محض رائے اور قیاس پر مبنی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

[1] المغنی ۹/۴۹

اسلامی نظام معاشرت پر اعتراضات کا مسکت جواب

مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ

مولانا سید جلال الدین عمری

اس کتاب میں اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ پر مخالفین کے اعتراضات کا علمی جائزہ لیا گیا ہے اور بہت مدلل انداز میں ان کا رد کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اسلام کے زیرِ سایہ عورت کو حاصل حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں مہر نفقہ، تعدد ازدواج، طلاق، نفقہ مطلقہ، خلع، حجاب، وراثت، قصاص، دیت، شہادت، خاندان کی سربراہی اور سیاسی قیادت جیسے موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔ مصنف نے بدلائل واضح کیا ہے کہ ان تمام مسائل میں اسلام نے عورت کی مخصوص جسمانی صلاحیت اور طبعی رجحانات و میلانات کی بھرپور رعایت کی ہے اور اس کے حقوق اور ذمہ داریوں میں توازن رکھا ہے۔ تیسرا ایڈیشن مجلد صفحات ۲۰۰ ۔ قیمت ۶۰ روپے

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی نے The Rights of MUSLIM WOMAN - An Appraisal کے نام سے شائع کیا ہے۔ صفحات: ۲۳۴ قیمت ۷۰ روپے

اس کا ہندی ترجمہ بھی اشاعت کے مرحلے میں ہے۔

ملنے کے پتے
(۱) ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی پان والی کوٹھی۔ دودھ پور، علی گڑھ۔ ا
(۲) مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔ ابو الفضل انکلیو۔ نئی دہلی۔ ۲۵